از حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی

غلبہ دین اور مسلمانوں کا فریضہ

هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون

"وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت یعنی دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے' چاہے مشرک اس کو ناپسند ہی کریں"

ہدایت دین کی روح اور اصل حکمت ہوتی ہے اور دین حق' اعتقادات' عبادات' معاملات' معاشرت' سیاست اور اخلاقیات سے متعلقہ اصول اور قوانین ہوتے ہیں۔ اس آیت میں مذکورہ غلبہ دین کے متعلق شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ عام مفسرین اس آیت کا مفہوم سمجھانے سے عاجز رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں تو دین حق کو عمومی غلبہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ اس وقت تک اسلام جزیرۃ العرب تک پھیلا تھا' اور اس کے باہر قیصر وکسریٰ جیسی عظیم سپر طاقتیں موجود تھیں جو ساری دنیا پر چھائی ہوئی تھیں۔ اس سلسلے میں حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ اس غلبہ سے مراد وہ غلبہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کے بعد دین حق کو حاصل ہوگا۔ اس کے برخلاف مفسر قرآن حضرت حسن ابن فضلؒ کا قول ہے کہ اس غلبہ سے مراد سیاسی غلبہ نہیں بلکہ دلیل اور برہان کا غلبہ ہے۔ یعنی دلائل کی رو سے دین اسلام تمام ادیان پر ہمیشہ غالب رہے گا۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ دیگر مفسرین میں سے امام شافعیؒ کی توجیہ زیادہ بہتر ہے کہ شرک اہل کتاب اور عرب کے امی لوگوں دونوں گروہوں میں پایا جاتا تھا جس کو مغلوب کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ عرب کے سارے امی تو حضور علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں ہی مغلوب ہوگئے۔ سارا عرب اسلام کے زیر نگیں آگیا' بعض مشرک مارے گئے اور بعض نے اسلام قبول کر لیا اور اس طرح سارا جزیرۃ العرب شرک کی نجاست سے پاک ہو گیا۔ نصاریٰ میں نجران اور شام کے عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر کے جزیہ دینا قبول کر لیا اور اس طرح اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے وہ اسلام کے زیر نگیں آگئے۔ یہودیوں میں سے بنی نضیر' بنی قریظہ' بنی قینقاع اور خیبر والے سب مغلوب ہوگئے۔ بعض باج گزار بن گئے اور بعض بالکل ہی ختم ہوگئے۔ چنانچہ اس لحاظ سے دین حق کو باقی ادیان پر غلبے کا نام دیا جا سکتا ہے۔

امام شاہ ولی اللہؒ اس توجیہ سے مکمل اتفاق نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں جس غلبہ دین کی بات کی گئی ہے' وہ مکمل طور پر خلفائے راشدینؓ کے زمانہ میں واقع ہوا۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں تو قیصر وکسریٰ جیسی سپر طاقتیں دنیا میں موجود تھیں' اور یہ دونوں ایک طرف اباحیت اور دوسری طرف ارجاء کے عقیدے میں مبتلا تھیں۔ اباحیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ خورد ونوش اور عورت کے معاملہ میں کسی قانون حلت وحرمت کے پابند نہیں تھے۔ کھانے پینے اور دیگر استعمال کی چیزیں جہاں سے اور جیسے حاصل ہوتیں' لے لیتے اور اس ضمن میں وہ کسی قانون کو نہیں جانتے تھے۔ اسی طرح جس عورت سے چاہتے' تعلق پیدا کر لیتے۔ اس لحاظ سے وہ نکاح کو بھی زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے۔ ادھر ارجاء کا مطلب یہ لیتے تھے کہ جو چاہو' کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے سب کچھ معاف کر دے گا' کوئی باز پرس نہیں لہٰذا اس سلسلہ میں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو مبعوث فرما کر اس تحریک کا آغاز کر دیا جس کے ذریعے یہ دونوں عالمی طاقتیں ختم ہو گئیں اور دین حق کو عمومی غلبہ حاصل ہو گیا۔ چنانچہ خلفائے راشدینؓ کے زمانہ میں روم' روس' افریقہ' جرمنی' شام اور مصر وغیرہ قیصر روم کے ماتحت تھے۔ یہ مغلوب ہوئے اور ادھر کسریٰ کے زیر تسلط خراسان' توران' ترکستان' زوالستان' باختر اور جوسی سب مغلوب ہوگئے۔ اس کے علاوہ تمام یہودی' مشرک' ہندو' صابی قومیں بھی اسلام کے ماتحت آگئیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں کسریٰ ختم ہوا تو مجوسیت دم توڑ گئی اور حنیفیت کا دور شروع ہو گیا۔ اور ادھر قیصر کا تسلط مصر' شام اور فلسطین سے ختم ہوا اور اسلام کو عمومی غلبہ حاصل ہو گیا۔

مسلمانوں کا زوال

مسلمانوں کا عروج پچاس سال یعنی واقعہ صفین تک مکمل ہو چکا تھا اور اس کے بعد مسلمانوں میں اندرونی طور پر اختلافات پیدا ہونے لگے۔ جس ملوکیت کو مسلمانوں نے ختم کر کے اسلام کا نظام قائم کیا تھا' وہی ملوکیت خود مسلمانوں میں پیدا ہو گئی۔ اگرچہ دین کو مجموعی طور پر کافی دیر تک غلبہ حاصل رہا مگر مسلمانوں میں چوتھی صدی تک کمزوری بڑھ گئی۔ جبکہ چھٹی صدی تک ضعف خطرناک حد تک بڑھا اور پھر ساتویں صدی میں تاتاریوں کے حملہ سے مسلمانوں میں زوال آگیا جس میں وہ آج تک پھنسے ہوئے ہیں۔ ترک مسلمانوں نے یورپ کی یلغار کا بڑا دیر تک مقابلہ

بقیہ صفحہ ۱۳ پر